ہماری اس کوشش کا دائرہ اثر جتنا جتنا وسیع ہو گا، از خود اسلامی جمہوریت کا صحیح تصور قائم ہوتا جائیگا۔ نیز پاکستان کے سیاسی نظام میں ہم اسی اسلامی تصور کو راسخ کرنے میں مصروف ہیں اور مصروف رہیں گے۔

آخری گذارش یہ ہے کہ الفاظ اور اصطلاحات مختلف ادوار میں حسب ضرورت اختیار کیے جاتے ہیں اور مجرد یہ چیز کوئی نازک مسئلہ نہیں پیدا کرتی، قابل غور یہ چیز ہوتی ہے کہ اصل حقیقت میں تو کوئی تحریف نہیں ہو رہی۔ اصل حقیقت اگر جوں کی توں موجود رہے تو اس کے لیے پیرایہ ہائے بیان نت نئے اختیار کرنے پڑتے ہی ہیں! فکر کیجیے تو اس بات کی کیجیے کہ پاکستان میں عملاً جو نظام کام کرے وہ نقطہ بہ نقطہ اسلامی ہونا چاہیے۔ پھر اصطلاحات اس کے قامت پر خود ہی راست آجائیں گی!

وجودِ باری تعالیٰ سے متعلق وساوس کا علاج

سوال:- میں ایک گنہ گار مسلمان ہوں۔ مدتوں جہالت کی زندگی بسر کرتا رہا ہوں کچھ عرصے سے مجھ میں عبادت اور تلاوت کا شوق پیدا ہوا ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ ساتھ ہی ساتھ میرے دل میں وسوسے پیدا ہو رہے ہیں۔ میں انہیں دبانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ڈر ہے کہ اگر یہ شکوک دُور نہ ہوئے تو اس ادھیڑ بن میں عبادت مجھ سے ترک ہو جائے گی اور پھر میں گمراہی کی طرف دھکیل دیا جاؤں گا۔ جو شبہ میرے دل میں بار بار پیدا ہوتا ہے اُسے میں زبان پر نہیں لانا چاہتا لیکن میں اسے محض اس لیے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ آپ مجھے مطمئن کر سکیں۔ سوال جو میرے دل میں رہ رہ کر اٹھتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے اور وہ کیسے وجود میں آیا ہے؟ آپ خدارا میری اس الجھن کو رفع کریں تاکہ میں اس کشمکش سے نجات پا جاؤں۔

جواب:- آپ نے جن سوالات اور شبہات کا ذکر اپنے خط میں کیا ہے اس طرح کے سوالات کا انسانی ذہن میں پیدا ہو جانا کوئی محال یا ناممکن امر نہیں ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا غور و فکر کریں تو آپ کو اس حقیقت کا بھی احساس ہو جائے گا کہ اس طرح کے وساوس صرف اس آدمی کو ہی لاحق نہیں

ہوتے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرتا ہو، بلکہ ایک دہریے، متشکک اور منکرِ خدا کو بھی اسی نوعیت کے
کچھ دوسرے سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جو انسان اس ہنگامۂ ہست و بود سے ماورا یا مافوق
اس کے کسی خالق کے وجود کو نہیں مانتا یا اس بارے میں شک و تذبذب میں مبتلا ہے اس سے بھی چند
سوالات بڑے زور سے اپنے جواب کا تقاضا کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ اس عالمِ وجود کی ابتدا کیسے ہوئی
اسے وجود میں لانے کا اصل باعث اور اوّلین سبب کیا تھا اور نمو، حیات، مادہ اور توانائی جن
کے لاتعداد مظاہر نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے ان کا آغاز آخر کب اور کیسے ہوا اور
کس نے کیا۔ بہر حال جہاں تک اس طرح کے سوالات کا تعلق ہے کسی نہ کسی شکل میں مومن، متردد
سب کو ان سے دوچار ہونا ہی پڑتا ہے۔

اب اگر ذرا سا مزید غور کیا جائے تو ہمیں اس امر کا بھی بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر شخص
کے بس میں نہیں ہے کہ وہ کائنات کی تخلیق اور اس کے خالق سے متعلق اس قسم کے سوالات کا کوئی
معقول جواب اپنے فہم و ادراک اور اپنی سعی و اکتساب کے بل پر حاصل کر سکے۔ خالق کون و مکاں
کی ذات و صفات سے متعلق تصورات تو خیر اور بھی اعلیٰ و ارفع اور بلند و برتر ہیں، اس لیے اُن کی
غیر محدود وسعتوں کا تو محدود عقل و خرد میں سمانا اور بھی مشکل ہے، لیکن تھوڑی دیر کے لیے اگر ہم اس
سوال سے صرف نظر بھی کر لیں کہ کائنات سے الگ اور بالاتر کوئی ہستی یا طاقت اسے وجود میں
لانے والی ہے یا نہیں۔ اور ہم کائنات کو موجود مان کر کے ہی سوچنا شروع کریں تب بھی مکان و
زمان سے وابستہ بہت سے حقائق و تصورات ایسے ہیں جو کماحقہٗ ہماری ذہنی گرفت میں نہیں
آسکتے۔ اور ان کے حدود کی وسعت و بے پایانی کا احاطہ کر لینا تو درکنار، ایک خاص حد سے آگے
اُن کا تصور کرنے سے بھی ہم عاجز ہیں۔ مثلاً زمانے کی ابتدا و انتہا کے متعلق ہم کیا تصور کر سکتے
ہیں کہ اس کی ابتدا کیونکر اور کب ہوئی اور اس کی انتہا کہاں اور کیسے ہوگی۔ سورج، چاند، تارے
زمین اور دیگر اجرام فلکی جس فضا میں تیر رہے ہیں آخر اس کے حدود کہاں جا کر ختم ہوتے ہیں اور چشم
تصور سے بھی اس فضا کی سرحد کے اُس پار جھانک کر کیسے دیکھا جا سکتا ہے کہ وہاں کیا عالم ہے۔

اس طرح کی دو ایک مثالوں سے ہی یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ ہمارے فہم و قیاس کی رسائی بالکل محدود ہے اور ہماری سوچنے اور سمجھنے کی طاقتوں پر ان کی فطری ساخت کے اعتبار سے ہی ایسی حد بندی عائد کر دی گئی ہے کہ ایک مرحلے سے آگے کا تصور ان کے لیے قطعاً ناممکن ہے۔ جب انسانی ذہن کی کوتاہی کا یہ حال ہو کہ وہ مخلوق کی حقیقت کا بھی کلی ادراک نہیں کر سکتا تو وہ خالق کی کنہ تک کیسے پہنچ سکے گا؟

خالقِ کائنات سے متعلق شبہات کا جہاں تک محض اضطراری وساوس کی حیثیت سے قلب میں در آنے کا تعلق ہے تو اس سے تو مومن محفوظ نہیں ہو سکتا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسے ایمان کی صریح علامت بتایا ہے۔ چور وہاں ضرور نقب لگاتا ہے جہاں سرمایہ موجود ہو، اس لیے جو دل دولتِ ایمان سے مالامال ہے اُسے ناگزیر طور پر ایسے حملوں کا ہدف بننا پڑے گا۔ اس لیے ایسے خیالات کا دل میں آکر بس گزر جانا کوئی تشویش ناک امر نہیں ہے، جو چیز موجبِ تشویش و باعثِ مواخذہ ہے وہ یہ کہ ایک مومن ان وسوسوں کو کوئی اہمیت اور وزن دے اور انہیں دل میں جاگزیں ہو کر پلنے اور پھلنے پھولنے کا موقع دے یا پھر سنجیدگی سے ان سوالات کو قابلِ حل سمجھ کر اُن کا جواب حاصل کرنے کی ناکام کوشش کرے اور چار سُو ان کا چرچا کرتا پھرے۔ یہ طرزِ عمل ایک مسلمان کے لیے قطعاً صحیح نہیں ہے۔ اسلام نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا جو تصور دیا ہے اگر وہ ہمارے ذہن نشین رہے تو ہم ایسا طرزِ عمل کبھی اختیار نہیں کر سکتے۔ قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان ہوئی ہیں ان پر غور کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ان کے متقابل انسانی صفات پر قیاس کرنا محال ہے اور نہ ہی دونوں میں کوئی حقیقی مشابہت ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ انسانی صفات محدود ہیں اور خارجی و مادی سہاروں کی دست نگر ہیں لیکن خدائی صفات مطلق، غیر محدود اور خارجی سہاروں سے بے نیاز ہیں۔ دیکھتے ہم بھی ہیں مگر ایک خاص حد تک اور ہماری بصارت کے بالفعل ظہور کے لیے آنکھ اور روشنی کی ضرورت ہے۔ برعکس اس کے اللہ تعالیٰ کی بصارت ان حدود و قیود سے بالاتر ہے۔

سنتے ہم بھی ہیں مگر ہمارا سننا کان اور ہوا کا محتاج ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی سماعت ان احتیاجات سے بے نیاز ہے۔ زندہ و موجود ہم بھی ہیں مگر ہماری زندگی اور وجود خارجی سہاروں کے بل پر قائم ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اگر زندہ و موجود ہے تو فقط اپنے بل پر۔ وہ ایسا حیّ و قیوم ہے جو آپ سے آپ قائم ہے اور ہر چیز کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ اس طرح اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اپنے صحیح اور حقیقی معنوں میں ازلی و ابدی ہے۔ دائمی بقا و وجود اس کی ذات سرمدی کا بنیادی خاصہ ہے۔ اس کی ابتدا و پیدائش کا سوال اٹھانا ضدّین اور نقیضین کو جمع کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ وہ خالق ہی کیا ہوا کہ جو دوسرے خالق کا محتاج ہو۔ اس بدیہی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر واضح فرمایا ہے کہ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ اور اس کی نہایت عمدہ اور دل نشین تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے کہ ھوالاوّل لیس قبلہ شیٔ، ھوالاخر لیس بعدہ شیٔ، ھوالظاھر لیس فوقہ شیٔ، ھوالباطن لیس دونہ شیٔ (وہ سب سے پہلے ہے اُس سے پہلے کچھ نہیں، وہ سب سے آخر ہے اُس کے بعد میں کچھ نہیں، وہ ظاہر ہے اس سے مافوق کچھ نہیں، وہ باطن ہے اس سے مخفی کچھ نہیں)۔

اب ہم آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مزید ارشادات وساوس سے متعلق نقل کرتے ہیں جن سے انشاءاللہ آپ کی پوری تشفی ہو جائے گی۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز عن امتی ما وسوست بہ صدورھا مالم تعمل بہ او تتکلم۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری امت سے دلوں کے وسوسوں کو معاف فرمایا ہے بشرطیکہ ان پر عمل یا گفتگو نہ کی جائے۔

عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاءہ رجل فقال انی احدث نفسی بالشئی لان اکون حممۃ احب الیّ من ان

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا میں اپنے دل میں ایسے خیالات محسوس کرتا کہ میں انہیں زبان پر لانے کی